تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد۰۱ شمارہ۰۵، ۲۰۲۳

Article

AQUATIC ECOSYSTEM CONCERNS IN 21ST CENTURY URDU POETRY: AN ANALYTICAL STUDY

اکیسویں صدی کی اردو شاعری میں آبی ماحولیاتی مسائل: تجزیاتی مطالعہ

Abdullah Naeem Rasul*[1] , Dr. Atta Rasul (Shakir Kandan)[2]
[1] Research scholar (Ph.D. Urdu) International Islamic University Islamabad
[2] Assistant prof. Urdu department, Lahore Leads University, Lahore
*Correspondence: shakirkandan3@gmail.com

[1] عبداللہ نعیم رسول ،[2]ڈاکٹر عطا رسول (شاکر کنڈان)

[1] پی ایچ ڈی، سکالر (اردو) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، [2]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT: Ecocriticism is an emerging discourse in literary studies. It is the study of the relationship between literature and the physical environment. Ecocriticism as a concept first arose in the late 1970s, at a meeting of the WLA. Ecocriticism deals with environmental pollution like air, noise, thermal, radioactivity, land, and water pollution. Urdu poetry has expanded so much on the thematic level that all the problems of life have been included in it. Along with other environmental problems, water-related issues are also highlighted in Urdu poetry of the 21st century. The importance of Water cannot be repudiated and the significance of this biological essence has even extended the human quest to the discovery of exoplanets through launching powerful telescopes like Hubble and The James Web, outside this atmosphere cost investment of billions of dollars and human genius. But this is an ironic situation as all this scientific advancement and achievements come off at the cost of intoxicating the resources of planet Earth; resultantly going to put humanity on the verge of extinction. 70% of our planet earth is covered with water reservoirs and out of it 4% is potable which runs into streams and rivers to fulfill the needs of human beings but regrettably man is contaminating and intoxicating these drinkable as well as non-drinkable resources and this process is coming with great speed. This article has brought up this issue with reference to Urdu literature under the limelight and how water contamination is affecting human beings and aquatic life. Installation of industries within communities is puking out toxic wastes into rivers and streams and likewise, maritime transport is hazardous for marine life and it has been highlighted by the poets and writers through their masterpieces. This article will help us to understand and comprehend what the courtesy literature has shown on this serious issue of humanity. Ecocriticism hence has addressed issues related to water pollution and its impact on the health of human and aquatic life.

KEYWORDS: Ecocriticism, ecosystem, aquatic, 21st Century, industrialization, Water Pollution, Environment, WLA, Urdu Poetry

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.153
Received:16-05-2023
Accepted:06-07-2023
Online:10-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ادبی، سماجی، معاشی، سیاسی ضروریات میں ہونے والی ہر تبدیلی شعر و ادب پر کھنے کی بابت نئے نئے نظریات تشکیل پاتے رہتے ہیں۔ ادب سماج میں تخلیق ہوتا ہے اور سماج کا اظہاریہ ہوتا ہے۔ ہر ادب مہابیانیوں سے اثر لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔ مہابیانیوں سے میری مراد وہ بڑی سماجی تحریکیں اور نظریات ہیں، جنھوں نے دنیا پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ کلاسیکیت، رومانویت، ترقی پسندیت، جدیدیت، مابعد جدیدیت ایسی تحریکوں سے دنیا کا ادب مملو ہے۔ میکس اول شلیگر نے کہا تھا:

> We are people who presumably must think of the world in terms of the learned categorical scheme of modernism.[1]

گزشتہ صدی میں بہت سی تحریکوں / نظریات نے جنم لیا اور پھر ان کی جگہ نئ تحریکوں اور نظریات نے لے لی۔ کبھی ادب برائے ادب کے نظریے کا پرچار ہوا تو کبھی ادب برائے زندگی کی بحثوں سے محفلیں گرم رہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ بھارت سے ایک رسالہ 'آمد' خورشید اکبر کی ادارت میں نکلتا رہا، جس کا مقصد ادب برائے نجات کے نظریے کو فروغ دینا تھا، (کہ ادب کو ہر نظریے سے نجات درکار ہے)، مگر ہوا یہ کہ ادب اور ادیب اسی نظریہ (نجات) سے نجات پا گئے۔ وزیر آغا نے کہیں لکھا ہے کہ یہ خواہش کرنا کہ تمام خواہشات کا خاتمہ ہو جائے، فی نفسہ ایک خواہش ہے۔ مابعد جدید دور میں ادب ایک مسلسل دھارے کی صورت میں ہے۔

جدید ادب پر اثر انداز ہونے والے اکثر نظریات کا آغاز یورپ سے ہوا، بیسویں اور موجودہ صدی میں تھیوریز اس قدر تیزی سے جنم لی رہی ہیں کہ ایک تھیوری جب تک ہمارے پاس پہنچتی ہے، اس وقت تک اُدھر (یورپ میں) نئ تھیوری / اینٹی تھیوری کا آغاز ہو چکا ہوتا ہے۔ اسی بات کو ولیم روئیکرٹ اندازِ دگر میں بیان کرتا ہے:

> If you do not get in on the very beginning of a new theory, it is all over with before you can even think it through, apply it, write it up, and send it out for publication.[2]

ایسے بدلتے اور گزشتہ نظریات کی جگہ لیتے نئے نظریات میں سے ایک نیا نظریہ Ecocriticism یعنی ماحولیاتی تنقید ہے۔ نئے عہد میں ایک طرف تو سائنس کی ترقی نے انسانی زندگی کے لیے سہولیات مہیا کیں اور عیش و عشرت کا سامان کیا، جبکہ دوسری طرف مادہ اور، صارفیت پسندی اور انسانی ہوس نے اردگرد کے ماحول کو بُری طرح متاثر کیا۔ انسانی ترقی کے نام پر کارخانے لگائے گئے، جس کے نتیجے میں فضا میں زہر گھلنے لگا، زمین اور شور کی آلودگی بڑھنے لگی، مختلف کیمیائی مادوں سے پانی آلودہ ہوا۔ ماحول کی آلودگی اس قدر بڑھی کہ روز اخباروں میں اس کا تذکرہ ہونے لگا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی میں جتنا اضافہ ہو چکا ہے، آج سے پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ آلودگی مزید بڑھتی چلی جارہی ہے، جس کے منفی اثرات ماحول میں موجود ہر شے کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ماحولیاتی مسائل انسانی گرفت سے نکلتے جارہے ہیں (بعض مسائل بعید از گرفت ہو چکے ہیں)۔ اس آلودگی کی نمایاں وجوہات میں آبادی میں اضافہ، شہر کاری اور بالخصوص صنعت کاری ہیں۔ دیہات کے فطری ماحول سے شہروں کے صنعتی ماحول کی سمت لوگوں کا جانا، بدوؤں کا شہروں میں جھونپڑیاں اور جھگیاں بنانا، کئی وباؤں کا سبب ہے۔ ان حالات کے نتیجے میں جو مکتبِ فکر وجود میں آیا، اسے ماحولیاتی تنقید کہا جاتا ہے۔

شیرل گلاٹفیلٹی (Cheryll Glotfelty) نے ماحولیاتی تنقید کی درج ذیل تعریف کی:

> Ecocriticism is the study of the relationship between literature and physical environment. [3]

ماحولیاتی تنقید ادب میں طبعی ماحول کے بیانیوں کی بازگشت کا نام ہے۔ ماحولیاتی تنقید قدیم اور جدید ادب میں نہ صرف ماحولیاتی عناصر کا تجزیہ کرتی ہے، بلکہ جانداروں پر ماحولیات کے اثرات کا جائزہ بھی لیتی ہے۔ ساٹھ کے عشرے سے امریکی ادب میں ماحولیاتی مضامین اپنی جگہ بناتے دکھائی دیتے ہیں، مگر پہلی مرتبہ ecocriticism (ماحولیاتی تنقید) کا اشارہ 1970 کے عشرے کے آخری سالوں میں ہوا۔

> Ecocriticism as a concept first arose in the late 1970s, at meeting of the WLA (the western literature association).[4]

وقت کے ساتھ ساتھ اس میدان میں وسعت آتی گئی۔ ماحولیاتی تنقید مغرب سے نکل کر مشرق میں اپنے قدم جمانے لگی اور یہاں بھی اس پر کام شروع ہوا۔ Ecocriticism چوں کہ Ecology سے مشتق ہے اور global ecology کا ایک موضوع آبی دنیا بھی ہے، پانیوں کی جنگ اور پانیوں میں جنگ دنیا کے اہم موضوعات میں سے ہیں اور یہ بحران کی صورت سامنے آئے ہیں، لہذا یہاں اسی موضوع کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

پانی کسی بھی زندگی کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔ کرۂ ارض کا ایک چوتھائی حصّہ خشکی، جبکہ تین چوتھائی حصّہ پانی پر مشتمل ہے۔ درخت اور پودے پانی کی بنا پر وجود رکھتے ہیں۔ قدرتی طور پر پانی مائع، بخارات اور گیس تینوں حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ پہاڑوں پر برفانی تودوں کی شکل میں موجود ہے، جو گرمی میں مائع حالت میں بہتا ہے۔ اسے بوقتِ ضرورت پگھلا کر استعمال میں بھی لایا جاتا ہے۔ آبی چکر کے تحت اس کائنات کے خالق نے پانی کا ایسا نظام جاری کیا ہے، جس سے پانی سطحِ زمین، آبی ذخائر اور نباتات سے تبخیری عمل کے ذریعے سے کرہ باد میں داخل ہوتا ہے، جو بعد میں کثیف ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، بعد ازاں یہ پانی بارش، برف اور اولوں کی شکل میں برستا ہے۔ آبی چکر کے حوالے سے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

> اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے، پھر اس کے ذریعے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے، (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان) حکمِ الٰہی کا (پابند) ہو کر چلتا ہے۔[5]

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہوا کی طرح پانی بھی ضرورتِ زندگی اور نعمتِ کبریٰ ہے، جس میں زندگی کی بقا مضمر ہے۔ قدرتی و غیر قدرتی سرگرمیوں اور صنعتی وزرعی عوامل میں پانی کسی نہ کسی شکل میں خرچ ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں موجود پانی کے کل ذخائر کا صرف تین فیصد پینے کے قابل ہے، جس کا دو فیصد برف کی شکل میں موجود ہے جبکہ ایک فیصد دریاؤں، سمندروں وغیرہ میں مخلوق کے پینے کے لیے ہے۔

کلاہِ برف گرے گی زمیں کے قدموں پر
پڑی جو دھوپ پہاڑوں کے تاج اتریں گے [6]

قدرت نے پانی کی صفائی کا ایک نظام وضع کر رکھا ہے، جس کے تحت ندیوں، نہروں، دریاؤں کا پانی ایک سطح پر صاف رہتا ہے، مگر انسانی ثقافتی و صنعتی ترقی نے قدرتی نظام کو خراب کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی اور اب یہی اشرف مخلوق صاف پانی کی دستیابی کے لیے پریشان ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ زمین پر پہلے پہل انسان دریاؤں اور ندیوں کے قریب بستا تھا تاکہ پانی کا حصول آسانی سے ہو سکے۔ آبی ماحول میں قدرتی تبدیلیاں برسات، برف باری اور سمندری طوفانوں کی شکل میں رونما ہوتی ہیں۔ آبی ماحول میں رونما ہونے والی تبدیلی، نئے منظر کو جنم دیتی ہے۔ آبی ذخائر میں مد و جزر کے واقع ہونے سے سماج میں منفی تبدیلیاں بھی جنم لیتی ہیں، جو کسی بھی آبادی کے لیے خطرناک ہو سکتی ہیں:

یہاں کچھ آشنا سی بستیاں تھیں
جزیروں کو سمندر کھا گئے کیا [7]
وہ جو آسودۂ ساحل ہیں انھیں کیا معلوم
اب کے موج آئی تو پلٹے گی کنارے لے کر [8]
بہا کے لے گیا سیلاب، کھیت، گھر، کھلیان
بچی کھچی ہوئی اب زندگی کہاں لے جائیں [9]

کسی بھی ملک کے نظامِ معیشت کے استحکام اور معاشی بہتری کے لیے پانی کا وافر مقدار میں موجود ہونا ضروری ہے۔ پانی کی کمی سے زرعی ممالک بالخصوص متاثر ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے، زرعی زمینوں میں اگر آلودہ پانی داخل ہو جائے تو وہ اس زمین کو خراب کر دیتا ہے۔ فصلیں حد درجہ متاثر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل زمینی خوراک میں ذائقہ کی لذت کم ہوتی جا رہی ہے۔ مزید یہ کہ سبزیاں جو کہ جسمانی توانائی کا ذریعہ ہیں، جسمانی بیماریوں کا سبب بن رہی ہیں۔ زرعی ادویات جن میں کیمیکل کی کھادیں اور کیڑے مار ادویات شامل ہیں، پانی کو زہر آلود کر دیتی ہیں۔ ان عناصر کے زیرِ زمین رِستے رہنے سے زمین کے نیچے موجود پانی کی حالت (رنگ، بو اور ذائقے) متاثر ہوتی ہے۔

بارش اگرچہ کسی نعمت سے کم نہیں اور بارش کا پانی زمینی خوراک کی افزائش کا وسیلہ ہے۔ اسی پر دنیا کا زرعی نظام استوار ہے۔ پیڑوں، پودوں اور پھولوں پھلوں کے وجود میں اس (پانی) کا کردار اہم اور بنیادی نوعیت کا ہے۔ مگر یہی بارشی پانی اگر پودوں کے تنوں کے قریب گھیرے میں زیادہ دیر کھڑا رہے تو جڑوں میں ہوا کا گزر نہیں ہوتا اور یہ گلنا سڑنا شروع ہو جاتی ہیں، جس سے باغات تیزی سے انحطاط پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ پودے کا زخم شدہ حصہ پانی میں ڈوبا رہنے سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ قرآن نے قدرتی طور پر موجود صاف پانی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔ سورہ رعد کی آیت ۱۷ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’اس نے آسمان کی جانب

سے پانی اتاراتو وادیاں اپنی (اپنی) گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں، پھر سیلاب کی رونے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا''[10]۔ اللہ کی عطا کردہ قوت سے انسان نے دریاؤں، سمندروں کو تسخیر کیا، جس سے انسان نے خزانے نکالے اور استفادہ کیا، لیکن انسان نے نام نہاد ترقی کے لیے قدرتی نظامِ آب میں خرابی پیدا کی، ماحولیاتی فلسفہ اسی بشر مرکزیت کے نظریے کو نشان زد کرتا ہے۔ماہرینِ ماحولیات زمینی اخلاقیات کی پامالی کو بُرا تصور کرتے ہیں۔

آبی تبدیلی کی دوسری سطح مصنوعی ہے۔ آبی ماحولیات کے حوالے سے جرمنی کے ایک شاعر کے فن پر مضمون Kaschnitz, Enz Kaschnitz, Enzensberger, and Sandig: The E , and Sandig: The Ecopoetics of Water نظر سے گزرا، جو انگریزی زبان میں شائع ہوا تھا مگر اردو میں ایسے تجزیاتی مقالات پر توجہ نہیں دی گئی۔ جدید دور میں انسانی نظام اور ثقافت معاشرے میں آبی آلودگی کو پھیلانے کا باعث بنی ہے۔ تیزابی بارش کے پیچھے بھی مصنوعی نظام کار فرما ہوتا ہے۔ حصولِ توانائی کے لیے جب سے کوئلوں کا وسیع پیمانے پر استعمال شروع ہوا تب سے بارشوں میں تیزابیت آنے لگی۔ صنعتی کلچر عام ہونے سے تیزابی بارشوں میں شدت در آئی۔ تیل، گیس اور کوئلے سے خارج ہوتا سلفر ڈائی آکسائیڈ اس تیزابیت کا سبب ہے۔ یہ بارش فصل، انسان، پیڑ پودوں اور مچھلیوں کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اسی ماحولیاتی پہلو کو فراز نے شعری صورت میں یوں واضح کیا ہے:

یہ کیسی زہر بھری بارشیں ہوئیں اب کے
کہ میرے سارے گلابوں کا رنگ نیلا ہے[11]

گنجان آباد بستیوں سے گندے پانی اور انسانی فضلہ کے اخراج، گھڑ گھڑاتی مشینوں، دھواں اگلتی چمنیوں اور حمل و نقل کے ذرائع سے روز افزوں ترقی نے ہوا اور پانی کو آلودہ کیا۔ بڑھتے صنعتی فضلات کو ٹھکانے لگانے کے لیے نہروں، دریاؤں اور سمندروں کے علاوہ کوئی راستہ نہ سوجھا، یوں پانی آلودہ ہونے لگا اور اس آبی آلودگی کے منفی اثرات سے پرندے بھی نہ بچ سکے۔

کاروباری ذہن کا رجحان نئی تعمیرات کی طرف ہے۔ کراچی کے ساحلِ سمندر پر نئے پروجیکٹس لگائے جا رہے ہیں۔ امرا کی رہائش کے لیے ساحلِ سمندر پر خرید و فروخت جاری ہے، جس کی آلودگی بلاواسطہ سمندر میں جاتی ہے اور ساحل کے ساتھ ساتھ پانی مزید آلودہ ہو رہا ہے۔ فیکٹریوں کا خام مواد جو قریبی نالوں اور نہروں میں بہا دیا جاتا ہے، آبی بحران کا سبب بنتا ہے۔ یہی مواد دریاؤں اور سمندروں میں آلودگی کا ہر پھیلاتا ہے۔ اس عمل سے آبی جانداروں میں نہ صرف طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں، بلکہ یہ عمل آبی جانداروں کی موت کا سبب بھی ہے۔ اسی تناظر میں انور مسعود کی نظم ''آب و ہوا'' قابلِ غور ہے، ملاحظہ ہو:

جتنا دھوئیں کا زہر جہاں سے بھی مل گیا
جھونکے ہوا کے اس کو جہاں بھر میں لے گئے
دریاؤں کے سپرد ہوئیں جب کثافتیں
دریا کثافتوں کو سمندر میں لے گیا[12]

ان کثافتوں کے باعث آبی مخلوق مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہی ہے۔ مچھلیوں میں بیماریوں اور جلدی خرابیوں کا ایک سبب ایلومینیم بھی ہے۔ آبی ماحول میں تیزابیت کے اضافے سے مٹی میں موجود ایلومینیم پانی میں حل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایلومینیم مچھلیوں کے گلپھڑوں میں خلل پیدا کرتا ہے، اس کے نتیجے کے طور پر ان کی سانس لینے کی صلاحیت متاثر ہو جاتی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہیڈ بلوکی سے شکار کی جانے والی مچھلیاں بھاری میٹلز کے باعث صحت کے لیے خطرناک ثابت ہو چکی ہیں۔ ایسے حالات پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

آدمی نے وہ زہر گھولا ہے

مچھلیاں مر رہی ہیں پانی میں[13]

دریائے راوی کی حالت یہ ہے کہ شہر لاہور کے شاد باغ سے لے کر مانگا منڈی تک کئی ایک گندے نالے ہیں، جو سیوریج کے غلاظت والے پانی کے علاوہ ہزاروں فیکٹریوں سے خارج ہوتے انتہائی خطرناک کیمیکلز سے لبریز پانی کو دریا میں ڈال رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ان کی صفائی کے لیے کوئی پلانٹ کہیں نصب نہیں کیا گیا۔ آب پاشی کے معاملے میں اسی زہریلے پانی سے فصلیں سیراب کی جارہی ہیں، تبھی کنارِ راوی اگنے والی فصلیں مضرِ صحت ہیں۔ ان حقائق کے پس منظر میں انور مسعود راوی کو آبِ آلودہ کا تالاب تصور کرتے ہیں۔

اب کہاں شفاف موجوں کے وہ دلکش لہریے

اب تو راوی آبِ آلودہ کا اک تالاب ہے[14]

کراچی کے سمندر میں جاتے اکثر نالے بہت سی فیکٹریوں کی آلودگی سمندر میں بہا کر لے جاتے ہیں، جس پر انتظامیہ کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پانی کے ضیاع میں انسان کا بڑا ہاتھ ہے۔ ہم لوگ اکثر کوئی نل کھولتے ہیں تو اسے مکمل طور پر بند نہیں کرتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پانی کا ضیاع نہ کیا جائے۔ پاکستان کے بہت سے علاقے صاف پانی سے محروم ہیں۔ حتیٰ کہ پینے میں بھی آلودہ پانی نوش کرتے ہیں۔ سندھ کے بہت سے علاقوں میں یہی صورتِ حال ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں دیہی آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ قابلِ نوش پانی کی رسائی تک سے محروم ہے۔ صاف پانی کے حصول کے لیے طویل فاصلے طے کرنا پڑتے ہیں۔ دیہات میں آب رسانی کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ دیہی آبادی نلکوں، ندیوں اور نہروں کا پانی پیتی ہے۔ ایسے دستی نلکے جو آلودہ پانی کے نزدیک لگے ہیں، ان میں آلودہ پانی، بارشی پانی اور زراعت میں مستعمل پانی شامل ہو جاتا ہے۔ آلودہ پانی کے استعمال سے کئی طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں مثلاً ہیضہ، میعادی بخار، ملیریا، اسہال، جلدی خارش، یرقان وغیرہ۔ پانی اور خوراک میں فضلے کی آلودگی شامل ہونے کی وجہ سے ہیپاٹائٹس پھیل رہا ہے۔ دیہات میں ایک طفیلی کیڑا حیوانوں کو اپنا مسکن بنا کر انڈے دیتا ہے۔ چند آبی گھونگھے بھی ان کا مسکن ہوتے ہیں اور یہ تالابوں، نہروں میں پلتے بڑھتے ہیں۔ اس کے منفی اثرات انسانوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

شہروں میں بھی نکاسیِ آب پر حد درجہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کثیر آبادی والے بڑے شہروں کو آبی ماحولیات کے شدید مسائل درپیش ہیں۔ ان کا سیوریج کا نظام درست ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ آبادی میں بیماریاں پھیلتی رہیں گی۔ آبی جانداروں سے صرفِ

نظر، خشکی پر زندگی گزارنے والی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں جو پانی کے بغیر زندہ رہ سکے۔ ہواؤں میں اُڑتے پرندے بھی آبی آلودگی کا شکار ہیں۔ کلچرڈ شہروں میں پرندوں کی آوازیں بھی اب خال خال سنائی دیتی ہیں۔ پرندے زہر آلود پانی کا شکار ہو کر بیمار اور موت کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ آبی ذخائر کے سوکھنے اور آبی آلودگی کے بڑھنے کے اثرات نہ صرف آبی مخلوق پر ہوئے بلکہ انسانوں، جانوروں اور پرندوں پر بھی مرتب ہوئے۔ تالابوں، جھیلوں وغیرہ پر سے پرندوں کی رونق جاتی رہی۔ کئی پرندے آبی ذخائر کے خشک ہونے کی وجہ سے راستہ تبدیل کر گئے اور بہت سے پرندے آلودہ پانی کے منفی اثرات سے ہجرت کر گئے ہیں:

دالان میں سبزہ ہے نہ تالاب میں پانی
کیوں کوئی پرندہ مری دیوار پہ اترے[15]
ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس
جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں[16]
میری تنہائی بڑھاتے ہیں، چلے جاتے ہیں
ہنس تالاب پہ آتے ہیں چلے جاتے ہیں[17]

ہمارے ہاں صفائی کا دن اسی طرح منایا جاتا ہے جیسے مزدوروں کا دن کہ اس دن بھی مزدور سخت مزدوری کرتے ہیں جبکہ دیگر محکموں میں چھٹی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارے سماج میں صفائی کے حوالے سے ایک مخصوص دن منایا جاتا ہے، جس دن غلاظت کا ملبہ مختلف جگہوں سے تو اٹھا لیا جاتا ہے مگر وہ کہیں دور جا کر ڈھیر کر دیا جاتا ہے، ہمارے پاس گویا آلودگی کو ٹھکانے لگانے کا کوئی بندوبست نہیں۔

یہاں سے اٹھا کر غلاظت کا ملبہ
ذرا دور جا کر بٹھایا گیا ہے
بڑی محنتوں سے، بڑی کاوشوں سے
صفائی کا ہفتہ منایا گیا ہے18

پانی پاکی حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، مگر اس عمل کے لیے پانی کا پاکیزہ ہونا بھی لازم ہے۔ آج کا ایک ماحولیاتی و معاشرتی مسئلہ آبی آلودگی ہے۔ ندی نالوں سے لے کر دریاؤں اور سمندروں تک کو اس نے گھیر رکھا ہے، جس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ گھروں (کچنوں میں) کا استعمال شدہ مواد، جس میں کوڑا، غسل خانے کا گندہ پانی، باورچی خانے کے ٹھوس اور مائع مادے نالوں، نہروں، دریاؤں اور سمندروں میں جانے دیا جاتا ہے۔ فضا میں گیسوں کے شامل ہونے سے بارشیں زہر آلودہ ہو چکی ہیں، جس کے باعث جہاں زمینی مخلوق کو خطرہ ہے وہیں آبی مخلوق بھی اس کی زد میں ہے۔ زہریلی بارشیں جب دریاؤں اور سمندروں پر ہوتی ہیں تو ان میں زہر شامل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے آبی مخلوق میں طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ صنعتی فضلہ نالوں، نہروں اور دریاؤں کے راستے سمندر میں گرتا ہے، جس سے آبی ذخائر غلاظت سے پُر ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں موجود کیمیائی مادوں کا براہِ راست اثر مچھلیوں کے تولیدی غدود پر پڑتا ہے۔

مچھلیوں کے لاروے ان کیمیائی مادوں کا خاصا اثر قبول کرتے ہیں۔ تاہم مچھلیوں کی وہ اقسام جو سمندر کی گہری تہہ میں موجود ہوں، اس آلودگی کا نسبتاً کم اثر قبول کرتی ہیں۔ سمندر کی سطح پر موجود مچھلیاں، بہتے تیل اور کیمیائی اجزا کو جلد اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں۔ ایسی مچھلیاں شکار ہونے کے بعد انسانوں کے لیے باعثِ نقصان ہوتی ہیں۔ پانی میں زہر کی ملاوٹ مچھلیوں کی موت کا سبب بھی ہے، جس سے ماہی گیروں کے روزگار پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ گویا ثقافتی و سماجی بحران ماحولیات تخریب کی علت بھی ہے اور معلول بھی۔ ماحولیاتی مورخ روسٹر کہتا ہے معاصر عہد کے ماحولیاتی مسائل بشمول آب و ہوا میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے بحران کا مرکز انسانی کلچر میں ہے۔ وزیر برائے بحری امور علی حیدر زیدی نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ آج جو مچھلی شکار کی جا رہی ہے اس کے پیٹ سے پلاسٹک بر آمد ہو رہا ہے۔ آبی آلودگی سے جہاں مچھلیوں کی جلد خراب ہوتی ہے وہیں ان کے دیگر اعضا بھی تخریب کا شکار ہوتے ہیں۔ شعرا آبی مخلوق کے ساتھ ہونے والے اس غیر مناسب رویے پر خاموش نہیں ہیں۔

آپ کی آلودگی کی خیر ہو
مچھلیوں کو تو نہ اندھا کیجیے[19]

کراچی کے ساحل پر عام طور پر کچرا بکھرا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوڑا اٹھانے والی گاڑیاں کوڑا لا کر ساحل سمندر پر پھینک دیتی ہیں۔ مچھیرے شکار کے لیے جاتے ہیں تو ان کے جال میں مچھلیوں کے بجائے پلاسٹک آتا ہے۔ کچرا سمندر میں جاتا ہے، اس میں آبی مخلوق کے لیے کوئی خوراک نہیں ہوتی۔ یہ معاملہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ساحل سے مزدور کچرا کنگھال کر ضرورت کی اشیا نکال لیتے ہیں اور باقی کچرے کو آگ لگا دیتے ہیں۔ یورپ میں بارٹرم کا کردار فطری مناظر کے دلدادہ کے طور پر بہت معروف ہے۔ وہ زندگی بھر سیر وسیاحت میں محو رہا اور فطرت سے بھرپور تحریریں رقم کرتا رہا۔ وہ امریکی مضافات کو اپنا موضوع بناتے ہوئے لکھتا ہے:

> The verges and islets of the lagoon were elegantly embellished with flowering Plants and shrubs; the laughing coots with wings half spread were tripping Over the little coves, and hiding themselves in the tufts of grass; young broods of the painted summer teal, skimming the surface of the waters, and following the watchful parent unconscious of danger' were frequently surprised by the voracious trout; and he, in turn, as often by the subtle greedy alligator' Behold him rushing forth from the flags and reeds. His enormous body swells' His plaited tail brandished high, floats upon the lake. The waters like a cataract descend from his opening jaws. Clouds of smoke issue from his dilated nostrils. The earth trembles with his thunder'[20]

پاکستان کا ساحل 1046 کلو میٹر طویل ہے۔ اسی وجہ سے ساحل کو شدید ماحولیاتی آلودگی کا سامنا ہے۔ ساحل کے کناروں پر صنعتی علاقے، بندرگاہیں اور میونسپل علاقے ہیں۔ مزید یہ کہ اس علاقے میں مواصلاتی سرگرمیوں کی سطح پر روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا

ہے۔ ماحولیاتی سرگرمیاں زیادہ تر جہاز رانی کے شعبے میں ریکارڈ کی گئی ہیں۔ اس صورتِ حال میں نہ صرف ساحلی پانی آلودہ ہو گیا ہے بلکہ سمندری حیات کو سیسے کی موجودگی میں ہلاکتوں کا شدید خطرہ بھی لاحق ہوا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق اگر انسان اس سمندری خوراک کو کھالیں تو ان کے خون میں سرخ ذرات کی کمی واقع ہو جائے گی۔ نیز یہ کہ اس سے گردے متاثر ہوں گے اور یہ انسانی دماغ کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

آبی آلودگی کی ایک وجہ سیاسی اجارہ داری بھی ہے۔ عالمی بینک کے تعاون سے طے پانے والے سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی تو بھارت نے ابتدا سے ہی کرنا شروع کر دی تھی، اب تو پاکستان کو بوند بوند سے محروم کرنے کی منصوبہ سازی ہو رہی ہے۔ پاکستان کو نہری نظام ورثے میں ملا تھا۔ دورِ ایوب خان میں منگلا اور تربیلا ڈیم بنائے گئے، جس کے باعث زرعی، صنعتی اور معاشی کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن نہری نظام اور ڈیموں کی حفاظت نہ کرنے سے ملک تینوں میدانوں میں زوال کا شکار ہوا۔ سندھ طاس معاہدے پر پاکستان کی طرف سے کم توجہی بھی اس پستی کا سبب بنی۔ دوسری طرف کالا باغ ڈیم کو متنازع بنا کر اربوں ڈالر سالانہ کا نقصان ہو رہا ہے۔ ڈیموں کے بن جانے سے پانی سے بجلی کی پیداوار میں اضافے کے ساتھ ساتھ پانی کی کمیابی کے سنگین مسئلے کو قابو کیا جا سکتا ہے۔ 1950ء میں ستلج کے سوکھنے سے ہزاروں مچھیرے بے روزگار ہو گئے، گویا ان کا معاشی قتل ہوا۔ بھارت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان کو آبی ذخائر بنانے سے روک رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 2025ء تک پاکستان کو خشک سالی کے شکار ہونے کا خدشہ ہے۔ پاکستان میں بھارت کی طرف سے آتے دریاؤں میں بھارت راج مسلط ہے۔ دریاؤں کے سوتے کشمیر سے نکلتے ہیں، جس پر بھارت کا قبضہ ہے اور اس پر اس نے پُل بنا کر اسے بند کر دیا ہے۔ آج 73 سال گزرنے کے بعد بھی اس کا فیصلہ نہیں ہو پایا گویا جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہے۔ یوں ستلج و بیاس خشک کر دیے گئے۔ طبقۂ شعرا نے اس معاملے کو بھی پیشِ نظر رکھا اور صدائے احتجاج بلند کی۔:

اشکوں سے بھر رہا ہوں میں اپنی دریدہ مشک
اتنے برس کے بعد بھی دریا کسی کا ہے[21]

پاکستان میں پانی تو وافر مقدار میں موجود ہے، مگر اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ کروڑوں کی آبادی آلودہ پانی استعمال کرنے پر مجبور ہے۔ پانی کی موجودگی کے باوجود بھی ہمیں مستقبل میں اس کی کمی کے حل کے بارے فکر کرنا ہو گی۔ موسمی صورتِ حال کو دیکھیے تو گرمی کا عرصہ بڑھتا چلا جا رہا ہے، جس باعث گلیشئرز پگھلتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ اس سے آبی ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے، مگر ان گلیشئرز کے تیزی سے پگھلنے کے باعث پانی کی کمی واقع ہونا یقینی ہے۔ اگر گلیشئرز پگھل گئے تو ہمارے پاس ٹھوس شکل میں پانی موجود نہیں ہو گا اور دریاؤں میں کمی آ جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ہمارے ملک میں ڈیموں کی کمی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بھی پانی محفوظ نہیں رہ سکتا (جب تک نئے ڈیم نہ بنا لیے جائیں)۔ ریاست کو عوام اور ملک کی خاطر سیاست سے بالاتر ہو کر نئے ڈیموں کی تشکیل پر توجہ دینا ہو گی، ورنہ ریگستانی منظر بنتا نظر آ رہا ہے۔

سمندروں میں نہ صرف خشکی کے راستے سے آلودگی شامل ہو رہی ہے، بلکہ سمندری جہاز اس مسئلے کو بڑھاوا دینے میں پیش پیش ہیں۔ جہازوں میں موجود سیلنڈر، تیل، گیس اور جنگی ساز و سامان پانی کو زہریلا اور آبی مخلوق کو بیمار کرتے ہیں، مزید یہ کہ آبی جانور اس کے منفی اثرات سے موت کی آغوش میں جا پہنچتے ہیں۔ جہاز میں موجود انسان بھی اس کا شکار بنتے ہیں۔ بعض اوقات بحری جہازوں سے سمندر میں تیل بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ پانی میں تیل کے بہاؤ سے بالائی آبی سطح پر ایک رکاوٹ بن جاتی ہے، جو پانی میں آکسیجن کے خلیوں کو روک دیتی ہے، جس سے آبی جانوروں اور آبی پودوں کے لیے بنیادی گیس آکسیجن میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ کئی پرندے اس تیل کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سال 2003ء میں یونانی تیل بردار جہاز 'تسمان سپرٹ' تکنیکی خرابی کے باعث کراچی کے ساحل پر آتے ہی دو حصوں میں ٹوٹ گیا تھا، جس سے ساحلی ماحول آلودہ ہوا اور سمندری حیات بُری طرح متاثر ہوئی۔ آبی جہاز جہاں آبی مخلوق کے لیے پُر خطر ہوتے ہیں، وہیں انسانوں کے لیے بھی نقصان دہ ہیں۔ افضال سید کی نثری نظم "ایک اور دن زندہ رہ جاتا" انھی حادثات کا اظہار یہ ہے:

بہت دور ایک ساحل پر اسکریپ سے بنے ہوئے ایک جہاز کا بوائلر پھٹ جاتا ہے سیکنڈ انجنیئر اسی
دن مر جاتا ہے تھرڈ انجنیئر دوسرے دن اور میں فورتھ انجنیئر تیسرے دن مر جاتا ہوں سیکنڈ ہینڈ
جہازوں پر فرسٹ انجنیئر نہیں ہوتے ورنہ میں ایک اور دن زندہ رہ جاتا[22]

ان حالات کے پیشِ نظر شعرائے اردو نے ماحولیاتی بحران اور اس سے متعلق مسائل کی طرف توجہ دی ہے۔ اردو شاعری میں عصری ماحولیاتی مسائل کا ذکر خارجی ماحولیاتی تناظر میں ہی بیان ہو رہے ہیں نہ کہ الفاظ کے استعاراتی معانی میں جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے۔

حوالہ جات

1. Max Oelschlaeger, *The wilderness condition, Essays on environment and civilization*, (Washington D.C, Island press, 1992), P: 273
2. Cheryll Glotfelty and Harold Fromm, *The Ecocriticism Reader Landmarks in literary Ecology (*Athens : University of Georgia press,1996) P: 106.
3. Cheryll Glotfelty and Harold Fromm, *The Ecocriticism Reader Landmarks in literary Ecology*, P: 15
4. Peter Barry, *Beginning Theory: An introduction to literary and cultural theory*, second edition, 2002, P: 248

۵۔ محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، شیخ الاسلام۔ مترجم۔ عرفان القرآن، (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۲ء)، ۴۶
۶۔ علی اکبر عباس، برآبِ نیل (لاہور: مکتبہ فکر، ۱۹۷۸)، ص: ۸۶

۷۔ ناصر کاظمی، برگِ نے (امرتسر: آزاد بل ڈپو، س ن)، ۲۱

۸۔ احمد فراز، نابینا شہر میں آئینہ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ۱۳۶۔

۹۔ احمد فراز، غزل بہانہ کروں (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ۴۳

۱۰۔ سعید الظفر صدیقی، زمین (کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۱۲)، ۳۳۔

۱۱۔ محمد طاہر القادری، عرفان القرآن (سورہ الرعد، آیت ۱۷)، ۴۲۹

۱۲۔ احمد فراز، نابینا شہر میں آئینہ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۶)، ۱۰۹۔

۱۳۔ انور مسعود، میلی میلی دھوپ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۰)، ۱۰۴

۱۴۔ انور مسعود، میلی میلی دھوپ، ایضاً، ۴۶۔

۱۵۔ ایضاً، ۸۶۔

۱۶۔ افضل خان، اک عمر کی مہلت (فیصل آباد: نزول پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ۱۸۔

۱۷۔ عباس تابش، عشق آباد (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۷۷۴۔

۱۸۔ ایضاً، ۶۱۷۔

۱۹۔ انور مسعود، میلی میلی دھوپ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۱۴۔

۲۰۔ شناور اسحاق، مدفون آدمی کی ڈائری (لاہور: کولاج پبلی کیشنز، ۲۰۰۱)، ۳۷۔

21. https://www.punjnud.com/urdu-ghazal-aur-maholiyati-science/

22. Cheryll Glotfelty and Harold Fromm, *The Ecocriticism Reader Landmark in literary Ecology* (Athens: University of Georgia press, 1996) P: 186

۲۳۔ عباس تابش، عشق آباد، ایضاً، ۷۷۴۔

۲۴۔ افضال احمد سید، مٹی کی کان (کراچی: سٹی پریس بک شاپ، ۲۰۰۹)، ۶۸۔